مروجہ مجالس ذکر و درود

کی

شرعی حیثیت

مفتی ڈاکٹر عبد الواحد

(جامعہ مدنیہ۔ لاہور)

ادارہ تعلیمات دینیہ

مسجد نمرہ ۔55 مزنگ روڈ ۔ لاہور

پیش لفظ

بسم اللہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

امابعد۔ احادیث مبارکہ میں مذکورہ مجالس ذکر اور ان کے فضائل کا کون انکار کر سکتا ہے لیکن حدیث و سنت اور دین کے اصول و ضوابط کی رو سے ان کا جائز طریقہ متعین ہے۔ اس جائز طریقے سے جب تجاوز کیا جائے گا تو ناجائز اور مکروہ طریقوں میں مبتلا ہوں گے۔ اب دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ جائز و ناجائز طریقوں کی تفریق ہی کو ختم کیا جارہا ہے اور تفریق کے شعور و علم ہی کو بے شعوری اور لاعلمی باور کرانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہمیں اس کی توفیق ہوئی کہ مجالس ذکر کے جائز و ناجائز طریقوں کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیں۔ بعض حلقوں کی جانب سے رکھے گئے اشکالات کے جواب بھی دیئے ہیں۔ توقع ہے کہ مضمون کو بنظر انصاف دیکھا جائے گا۔ بات درست ہے تو منجانب اللہ ہے اور اگر اس میں کچھ غلطی ہے تو اہل علم سے درخواست ہے کہ دلائل سے غلطی کی نشاندہی فرمائیں۔ یہ ان کا احسان ہو گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو جو محض ان ہی کی دین ہے قبول فرما کر اس کا ثواب ہمارے اساتذہ کو عطا فرمائیں اور جن لوگوں نے اس رسالہ کی اشاعت میں تعاون کیا ہے ان کو دارین کی برکتوں سے نوازیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

(جامعہ مدنیہ)

یہ رسالہ مفت ملنے کا پتہ

مسجد نمرہ 55- مزنگ روڈ لاہور

نوٹ: 5 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک بھی منگوا سکتے ہیں۔

مروجہ مجالس ذکرو درود

کی

شرعی حیثیت

بسم اللہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

احادیث مبارکہ میں مجالس ذکراور ان کی فضیلت کا بڑاواضح تذکرہ موجود ہے۔اس لئے مجالس ذکر کی مشروعیت وفضیلت میں توکوئی شک ہی نہیں، لیکن احادیث میں مذکور مجالس ذکر کی کیفیت کے بارے میں لوگوں میں خاصا غلوپایا جارہاہے۔ ہر قسم کی مجالس ذکر خواہ ان کے لئے تداعی کی گئی ہویاان میں ذکر کسی ممنوع صورت میں کیا جاتا ہو۔ سب کو فضیلت والی مجالس ذکر میں شامل سمجھنے لگے ہیں اور بعض ظاہری و جزوی مصلحتوں اور فائدوں کی خاطر ان کے معتقد ہو رہے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے یہ دیکھنا بہت ضروری ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جوکہ اعمال کے کرنے میں اور فضائل کو سمیٹنے میں ہم سے زیادہ حریص تھے ان کے یہاں اوران کے دور میں مجالس ذکر کی کیا کیفیت تھی، جو کیفیت ان کے یہاں رائج تھی وہی ہمیں بھی اختیار کرنی چاہئے اور جن کیفیتوں سے انہوں نے منع کیاان سے بچناچاہئے خواہ ان میں ہمیں بظاہر کتنے ہی فوائد نظر آرہے ہوں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول تھاکہ فجر اور عصر کے بعد مسجد میں رہ کرذکر کرتے تھے اور باقی اوقات میں بھی بعض صحابہ ذکر میں مصروف ملتے تھے۔چونکہ ان کے دور میں مسجد کو خاص اہمیت حاصل تھی کہ علم کے حلقے بھی وہیں لگتے تھے۔قضاء وحکومت کے معاملات

بھی وہیں طے پاتے تھے۔ لہٰذا ذکر کرنے والے بھی ایک طرف کو ہو جاتے تھے اور اس طرح سے ذاکرین کی مجلس یا حلقہ قائم ہو جاتا تھا۔ اس کے لئے ایک دوسرے کو دعوت نہیں دی جاتی تھی۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ان میں ذکر یا مجلس ذکر کے لئے تداعی نہ تھی۔ ہمارے دور میں بعض حضرات کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں مجالس بغیر تداعی کے قائم ہو جاتی تھیں اور ان کے دل اس بات کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی نظروں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلچسپیاں او جھل رہیں اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے زمانے کے لوگوں پر قیاس کرنے لگے۔

تداعی کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جماعتی یا اجتماعی صورت میں ذکر کرنے سے بھی اجتناب کیا جاتا تھا جس سے مراد یہ ہے کہ سب کے سب ذاکرین اس بات کا التزام کریں کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی مخصوص ذکر کریں گے خواہ سراً خواہ جہراً۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتماع اور مجلس کی جو کیفیت ہم نے بیان کی اس سے بھی مجلس اور اجتماع تو حاصل ہو جاتا تھا لیکن ذکر ہر شخص اپنا اپنا کرتا تھا پھر خواہ ذکر کے کلمات ہر ایک کے مختلف ہوں یا ایک ہی ہوں۔ بہر حال اس بات کا التزام نہیں کیا جاتا تھا کہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں بلکہ ایسا کرنے کو وہ بدعت جانتے تھے۔ اسی ناجائز طریقے کو ہم جماعتی یا اجتماعی ذکر کا نام دیتے ہیں۔

آگے ہمارے کلام میں ان ہی مذکورہ امور سے متعلق تفصیل ہے اور اس کو ہم چھ فصلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

فصل اول : احادیث میں مجالس ذکر اور ان کی فضیلت کا تذکرہ۔

فصل دوم : خیر القرون میں مجلس ذکر کے لئے تداعی کا نہ ہونا۔

فصل سوم : اجتماعی ذکر جہری بدعت ہے۔

فصل چہارم: اجتماعی ذکر سری بدعت ہے۔

فصل پنجم : اجتماعی ذکر کے بدعت ہونے کی تائید۔

فصل ششم: مجالس ذکر کی مختلف مروجہ صورتیں اور ان کے احکام۔

فصل اول : احادیث میں مجالس ذکر اور ان کی فضیلت کا تذکرہ

(1) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ وَاَبِی سَعِیْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلّم لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جماعت بیٹھی، اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں فرماتے ہیں۔

(2) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّی الله علیه وسلّم.......... وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں..........اور اگر وہ مجمع میں (یعنی دیگر ذکر کرنے والے مسلمانوں کے ساتھ یا دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں) میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں

(3) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلّی الله علیه وسلّم اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْماً یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے رستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنے مقصود کے لئے ادھر آؤ۔

قوله يذكرون الله: الاظهران المراد هوالا عم والمذكورات تمثيلات. وفيه دلالة على ان للاجتماع على الذكر مزية و مرتبة (مرقاة، ص:56،ج:5)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یذکرون اللہ سے مراد ہر قسم کا ذکر ہے، اور بعض حدیثوں میں جو مخصوص اذکار وارد ہوئے ہیں وہ بطور مثال کے ہیں۔ نیز اس حدیث میں ذکر کے لئے اجتماع کی فضیلت اور مرتبہ معلوم ہوا۔

(4) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حَلَقُ الذِّکْرِ .

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(5) عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِیَۃُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ

ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ کس لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔

(6) عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَھْلِ بْنِ حَنِیْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَ ھُوَ فِی بَعْضِ اَبْیَاتِہٖ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ فَخَرَجَ یَلْتَمِسُھُمْ فَوَجَدَ قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فِیْھِمْ ثَائِرُ الرَّأسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَ ذُوالثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَآھُمْ جَلَسَ مَعَھُمْ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَھُمْ (فضائل ذکر، ص:52)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدے میں تھے کہ آیت واصبر نفسك (ترجمہ: اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے) کا پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو

پکارتے ہیں) اس پر آپ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

(7) ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ (فضائل ذکر ص:55)

نوٹ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ کچھ لوگ بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں خواہ مسجد میں یا خانقاہ میں یا کسی بھی جگہ اور خواہ وہ تلاوت کر رہے ہوں یا تسبیح و تہلیل کر رہے ہوں یا درود شریف پڑھ رہے ہوں یہ مجلس ذکر ہے جو فضیلت کی چیز ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد مسجد ہی میں بیٹھے اپنے اپنے ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے اور دیگر اوقات میں بھی جب جس کو موقع ملتا وہ مسجد میں آکر تعلیم و تعلم یا ذکر میں مشغول ہو جاتا۔

فصل دوم: خیر القرون میں ذکر کی مجلسوں اور حلقوں کیلئے تداعی نہیں تھی

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں جو مجالس اور حلقے قائم ہوتے تھے کیا ان کے لئے لوگوں کو بلایا جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کیا ان مجالس کے انعقاد کے لئے تداعی ہوتی تھی یا وہ مجالس اور حلقے بلا تداعی کے خود بخود قائم ہو جاتے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں تداعی کے ساتھ مجالس ذکر قائم کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلچسپیاں آخرت سے متعلق تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر اور مجلس ذکر کی فضیلتیں اور مخصوص اوقات کی فضیلتیں سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ ان کو مخصوص اوقات میں جمع ہونے کی دعوت دی جائے یا اس کا اعلان کیا جائے۔ علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ المدخل میں ذکر کرتے ہیں۔

الاترى الى ماورد عنهم فى أور اد هم بعد الصبح والعصر فانهم كانوا فى مساجد هم فى هٰذين الوقتين كانهم منتظرون صلاة الجمعة ويسمع لهم فى المساجد دوى كدوى النحل (المدخل، ص:75ج:1)

کیا تم دیکھتے نہیں ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فجر اور عصر کے بعد ان کے اوراد و ظائف کے بارے میں وارد ہوا ہے۔ ان دو وقتوں میں وہ اپنی مسجدوں میں ایسے وقت گزارتے تھے گویا کہ وہ جمعہ کی نماز کے منتظر ہوں۔ اور مسجدوں میں ان کے ذکر کی وجہ سے شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی۔

اپنے اس دور میں بھی ہمیں بہت سی مساجد میں کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ملتے ہیں جو فجر کی نماز سے لے کر اشراق تک مسجد میں رہ کر ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہیں تو خیر القرون کے لوگوں کی دلچسپیوں کے مسجد کے ساتھ وابستہ ہونے کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو تعلیم کی مجلس میں شرکت کی دعوت دینا تو ملتا ہے ذکر کی مجلس میں شرکت کی دعوت دینا نہیں ملتا۔ حالانکہ جیسے اوپر مذکور ہوا اس وقت مسجد میں لوگ ذکر کے لئے بھی جمع ہوتے تھے۔

وهو ابوهريرة رضى الله عنه حين خرج الى الناس بسوق المدينة فنادى فيهم ما بالكم ميراث رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسم فى المسجد بين امته وانتم مشتغلون فى الاسواق فتركوا السوق و اتوا الى

المسجد فوجدوا الناس حلقا حلقا لتعليم القرآن والحديث والحلال و الحرام فقالوا و اين ماذكرت يا اباهريرة قال هذا ميراث نبيكم وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما و انما ورثوا العلم و ها هوذا.

(المدخل، ص:82،ج:1)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بازار میں لوگوں کے پاس گئے اور ان میں اعلان کیا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تو آپ کی امت میں مسجد میں تقسیم کی جارہی ہے اور تم یہاں بازاروں میں مشغول ہو لوگوں نے (یہ سوچ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ کی چھوڑی ہوئی کوئی چیز برکت کے طور پر ہی مل جائے گی) بازار چھوڑا اور مسجد کی طرف آئے اور لوگوں کو حلقوں میں دیکھا تعلیم قرآن کا حلقہ، تعلیم حدیث کا حلقہ، اور حلال وحرام کی تعلیم کا حلقہ، تو پوچھا اے ابوہریرہؓ آپ نے جو کہا تھا وہ کہاں ہے؟ انہوں نے فرمایا یہی تمہارے نبی کی میراث ہے۔ انبیاء علیھم السلام دینار و درہم کی میراث نہیں چھوڑتے علم کی میراث چھوڑتے ہیں اور وہ یہی ہے۔

علاوہ ازیں یہ اذکار واوراد نفل و مندوب ہیں جس کے لئے تداعی جائز نہیں اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ضابطہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”پس غور کرنا چاہئے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوۃ نفل اس سے اعلیٰ وافضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے مگر باایں ہمہ بوجہ تداعی واہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکر مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی واہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا۔ البتہ وعظ و دروس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔“

(براہین قاطعہ، ص:153)

فصل سوم: اجتماعی ذکر جہری بدعت ہے

اجتماعی ذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ سب ذکر کرنے والے یہ التزام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ اس میں ان کا کوئی امیر ہو یا نہ ہو۔

ماخرجه صاحب الحلية رحمه الله وغيره عن ابى البخترى قال اخبر رجل عبدالله بن مسعود ان قوما يجلسون فى المسجد بعد المغرب فيهم رجل يقول كبروا الله كذا و كذا وسبحوا الله كذا و كذا واحمدوا الله كذا وكذا قال عبدالله فيقولون ذلك ؟ قال نعم قال فاذا رأيتهم فعلوا ذلك فائتنى فاخبرنى بمجلسهم قال فاتيته فاخبرته بمجلسهم فاتاهم و عليه برنس له فجلس فلما سمع ما يقولون قام و كان رجلاً حديداً فقال انا عبدالله بن مسعود والله الذى لا اله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فقتم اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما. فقال احدهم متعذرًا والله ماجئنا ببدعة ظلماء ولا فقنا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما. فقال عمرو بن عتبة يا ابا عبدالرحمن نستغفر الله قال عليكم بالطريق فالزموه فوالله لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا بعيدا ولئن اخذ تم يمينا و شما لا لتضلون ضلالا بعيدا.

(المدخل، ص:75، ج:1)

و فى رواية اخرجها الطبرانى فى الكبير فقال عمرو بن عتبة بن فرقد استغفر الله يا ابن مسعود و اتوب اليه فامرهم ان يتفرقوا

(حیاۃ الصحابہ، ص:247، ج: 3)

حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں ابوالبختری سے روایت ہے ایک شخص نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ ان

میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ تکبیر کہو اور اتنی مرتبہ تسبیح کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا تو کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو میرے پاس آکر مجھ کو ان کی مجلس کی خبر دینا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آکر آپ کو ان کی مجلس کے انعقاد کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ برنس (ٹوپی والا لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ان لوگوں کے پاس آئے اور بیٹھ گئے اور جب جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اس کو سنا تو کھڑے ہو گئے اور وہ تیز فہم اور سخت آدمی تھے اور کہا میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں۔ خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یا تو تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا تم علم میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بڑھ گئے ہو؟ ان میں سے ایک نے معذرت کے طور پر کہا کہ اللہ کی قسم نہ تو ہم نے تاریک وسیاہ بدعت ایجاد کی اور نہ ہی علم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر فائق ہوئے۔ اور عمرو بن عتبہ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن ہم اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (صحابہ کے) طریقہ کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس جیسے کام کئے تو تم (صحیح دین سے) بہت پیچھے رہ جاؤ گے اور اگر تم نے (دین سے) دائیں بائیں کوئی راہ اختیار کی تو تم دور کی گمراہی میں جا پڑو گے۔ طبرانی کی معجم کبیر میں روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا اے ابن مسعود میں اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرتا ہوں تو آپ نے لوگوں کو متفرق ہونے کا حکم دیا۔

دیکھئے جواز کار تھے۔ یعنی تسبیح و تہلیل و تحمید یہ سب مسنون ہیں، مسجد میں ذکر کرنا بھی منع نہیں بلکہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں (تداعی کے بغیر) ذکر کی مجالس اور حلقے قائم ہوتے ہی تھے اور مسجد میں ہوتے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ فقط جہراً کرنا ممنوع ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس سے منع فرماتے حضرت نے منع فرمایا تو اجتماعی ذکر کرنے سے

منع فرمایااور اس پر قوی دلیل طبرانی کے یہ الفاظ ہیں فامرهم ان يتفرقوا (ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا)۔

فصل چہارم: اجتماعی ذکر سری بدعت ہے

سنن دارمی میں روایت ہے:

كنا نجلس على باب عبدالله بن مسعود قبل صلوٰة الغداة فاذا خرج مشينا معه الى المسجد فجاء نا ابو موسى الاشعرى فقال اخرج اليكم ابوعبدالرحمن بعد ؟ قلنا لا . فجلس معنا حتى خرج فلما خرج قمنا اليه جميعا فقال له ابو موسىٰ يا ابا عبدالرحمٰن انى رايت فى المسجد آنفا امرًا انكرته ولم ار والحمد لله الاخيرًا قال فما هو ؟ فقال ان عشت فستراه قال رايت فى المسجد قوما حلقا جلوسا ينتظرون الصلاة فى كل حلقة رجل و فى ايديهم حصىً فيقول كبروا مائة فيكبرون مائة فيقول هللوا مائة فيهللون مائة ويقول سبحوا مائة فيسبحون مائة قال فماذا قلت لهم ؟ قال ما قلت لهم شيئا انتظار رايك أو انتظار امرك قال افلا امرتهم ان يعدوا سيئا تهم و ضمنت لهم ان لا يضيع من حسنا تهم . ثم مضى و مضينا معه حتى اتى حلقةً من تلك الحلق فوقف عليهم فقال ما هذا الذى اراكم تصنعون قالوا يا ابا عبدالرحمن حصى نعدبه التكبير والتهليل والتسبيح.

قال فعدوا سيئاتكم فانا ضامن ان لا يضيع من حسنا تكم شئى و يحكم يا امة محمد ما اسرع هلكتكم هو لاء صحابة نبيكم صلى الله عليه وسلم متوافرون و هذه ثيابه لم تبل و آنيته لم تكسرو الذى نفسى بيده انكم لعلى ملة هى اهدى من ملة محمد او مفتتحوا باب ضلالة ؟

قالوا‌ا واللّٰہ یا ابا عبدالرحمٰن ما اردنا الاالخیر قال و کم من مرید للخیر لن یصیبه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حدثنا ان قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیهم و ایم اللّٰہ ما ادری لعل اکثرهم منکم ثم تولی عنهم . فقال عمرو بن سلمة راینا عامة اولئك الحلق یطاعنونا یوم النهروان مع الخوارج (سنن دارمی، ص:60،ج:1)

فجر کی نماز سے پیشتر ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور جب وہ باہر نکلتے تو ان کے ساتھ مسجد تک پیدل جاتے تھے (ایک دن) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) تمہارے پاس باہر آئے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ہم سب ان کی طرف کھڑے ہوئے اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایسی بات دیکھی جو میں نے بری سمجھی اور الحمد للہ میری نیت بھلائی ہی کی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی زندگی رہی تو آپ اس کو عنقریب دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں متعدد حلقے بنائے بیٹھے دیکھا۔ لوگوں کے پاس کنکریاں ہیں اور ہر حلقہ میں ایک شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تکبیر کہو تو لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ یہ کلمہ کہتے ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ سو مرتبہ تسبیح کہو تو لوگ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا آپ کی رائے یا آپ کے حکم کے انتظار میں میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ آپ نے ان سے یہ کیوں نے کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے ان کو یہ ضمانت کیوں نہ دی کہ (اپنے گناہ شمار کرنے کی صورت

میں)ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہو گی۔

پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر ان سے پوچھا یہ میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر تہلیل اور تسبیح کو شمار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گناہوں کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس صورت میں تمہاری کوئی نیک ضائع نہ ہو گی۔ اے امت محمد تم پر افسوس ہے کہ کتنی جلدی تمہاری بربادی ہے۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو تم ایسی ملت پر ہو جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت سے زیادہ ہدایت ہے یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔ انہوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن ہم نے تو فقط خیر کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کتنے ہی خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں جن کو (صحابہ کا طریقہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے) ہر گز خیر حاصل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ ان کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو پھر آپ ان لوگوں کی طرف سے پھر گئے۔ عمر بن مسلمہ کہتے ہیں، ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ نہروان میں لڑ رہی تھی۔

دارمی کی اس روایت کا مضمون اس پر خود دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ اس قصہ سے علیحدہ ہے جو حلیہ سے اوپر مذکور ہوا۔ سابقہ حدیث میں مغرب کی نماز کے بعد کا قصہ ہے جبکہ یہ واقعہ فجر کی نماز سے پہلے کا ہے۔ نیز پہلے قصہ

میں شریک مجلس عمرو بن عتبہ کے استغفار و توبہ کا ذکر ملتا ہے جبکہ اس قصہ میں شرکاء مجلس کا مقابلہ میں بحث کرنا مذکور ہے کہ جواب دیا واللّٰه یا ابا عبدالرحمٰن ما اردنا الا الخیر (اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم ہمارا ارادہ تو فقط خیر کا ہے) سابقہ قصہ میں ذکر جہری مذکور ہے جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود سنا جبکہ اس قصہ میں ذکر سری مذکور ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قدرے توقف کے بعد پوچھا کہ یہ میں تم کو کیا کرتے دیکھتا ہوں؟

اس سوال سے ذکر کے سری ہونے پر استدلال علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا تمہاری یہ مجلس کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جلسنا نذکر اللّٰه (ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں)۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لانهم لو كانوا يذكرون اللّٰه جهرًا لم يحتج عليه السلام الى ان يستفهمهم--- بل كان يخبر هم بالحكم من غير استفهام فلما ان استفهم دل على ان ذكرهم كان سرًا. وكذلك جوابهم له عليه الصلوٰة والسلام بقولهم جلسنا نذكر اللّٰه ادل دليل على انهم كانوا يذكرون اللّٰه تعالىٰ سرا اذ انه لو كان ذكرهم جهرا لما كان لاخبارهم بذلك معنى زائدا اذ انه عليه الصلوٰة السلام قد سمع ذلك منهم فكان جوابهم ان يقولوا جلسنا لما سمعته أولما رأيته منا الى غيرذلك من هذا المعنى لانهم يتحا شون ان يكون منهم الجواب لغير فائدة (المدخل، ص :87 ج :1)

کیونکہ اگر وہ اللہ کا ذکر جہراً کر رہے ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پوچھنے کی حاجت نہ تھی بلکہ آپ بغیر پوچھے ان کو حکم بتا دیتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

سوال کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ صحابہ کا ذکر سری تھا۔ اسی طرح صحابہ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا وہ بھی اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالی کا ذکر سری کر رہے تھے کیونکہ اگر ان کا ذکر جہری ہوتا تو ان کے جواب سے کوئی زائد فائدہ تو حاصل نہ ہوتا اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ان سے ذکر کو سن ہی لیا ہوتا، لہذا ان کا جواب یہ ہوتا کہ جو آپ نے ہم سے سنایا آپ نے ہم سے دیکھا ہم اسی کے لئے بیٹھے تھے کیونکہ وہ حضرات اس بات سے اعراض کرتے تھے کہ ان کا جواب بے فائدہ ہو۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے کلام سے تائید

ایک صاحب نے دارمی کی مذکورہ بالا روایت ذکر کر کے حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے سامنے یہ شبہ ظاہر کیا کہ صوفیاء کا موجودہ سلسلہ ایسا ہے جس میں اس طرح کے اشغال، وظائف اور ذکر کے حلقے پائے جاتے ہیں جو اس روایت کی روشنی میں محدث کہے جاسکتے ہیں اور ان پر نکیر کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

اس پر حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے مجالس ذکر کی فضیلت والی چند حدیثیں جو ہم بھی اوپر ذکر کر چکے ہیں تحریر فرما کر یہ جواب دیا۔

"یہ روایات اور ان کے ہم معنی شیخین وغیرھما کی مرفوعات صحیحہ ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں) ان کے مقابلہ میں دارمی کی وہ روایت جو آپ نے ذکر فرمائی ہے کیا حیثیت رکھتی ہے جبکہ وہ موقوف (یعنی صحابی کا قول) ہے اور اس کے رواۃ متفق علیہ نہیں ہیں اگرچہ ثقاۃ ہیں اس لئے:

اگر معارضہ کیا جائے گا تو احادیث مذکورہ بالا ہی کو ترجیح ہو گی خصوصاً جبکہ اطلاق آیات ذکر ان کی موید ہیں۔ جن سے اجتماع اور انفراد سب کا ثبوت ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی صورت جمع کی نکالی جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ کوئی چیز ہر دو صاحبوں نے

اس جماعت میں ایسی مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ تھا، اس بناء پر منع کیا نہ کہ نفس اجتماع بالذکر اور اس کی مباح کیفیت کو اور اگر اس میں کوئی تخصیص ایسی کی جائے جو کہ محط انکار ہو سکتی تو حلق ذکر میں کسی خاص کیفیت منکرہ پر یہ ممانعت محمول ہو گی۔" (مکتوبات جلد دوم)

حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر ہمارے ذکر کردہ مضمون کے موافق ہے اور اس کی تائید کرتی ہے معارضہ کی ضرورت ہی نہیں اس لئے ہم نے جمع (بین الاحادیث) کی صورت کو لیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ دونوں ہی نے اس جماعت میں جو بات مشاہدہ کی جو کہ زمانہ سعادت میں نہیں پائی گئی اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ بھی تھا وہ اجتماعی ذکر کرنے کا التزام تھا۔ یہی بات محط انکار ہے اور یہی وہ خاص کیفیت منکرہ ہے جس پر ممانعت محمول ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ طبرانی میں ہے **فامرهم ان يتفرقوا** (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا) اور یہ حکم اس لئے تھا کہ ان کے ذکر میں تفرق ہو جائے ورنہ مسجد میں ہوتے ہوئے ان کے تفرق ابدان سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا بلکہ مجلس قائم رہتی ہے۔

علاوہ ازیں ہم ممانعت کو مطلق بھی نہیں لیتے اور وہ مجالس ذکر جو تداعی کے بغیر ہوں اور جن میں اجتماعی ذکر کا التزام نہ کیا گیا ہو ان مجالس ذکر کو جائز سمجھتے ہیں اور صرف ان مجالس ذکر کی تخصیص کرتے ہیں جن کے لئے تداعی کی گئی ہو یا جن میں اجتماعی ذکر کا التزام کیا گیا ہو کہ یہ محط انکار ہو سکتی ہیں۔

مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ کے فتوی سے تائید

خیر الفتاوی ص 708 ج 2 میں مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بھی مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا نفس

اجتماعی ذکر پر نہ تھا اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے، لیکن نفس ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے۔ یہ درست ہے پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔ **(ص : 708)**

حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ نے جماعتی صورت میں ذکر جہری کا حکم تو بتایا البتہ ذکر سری سے سرے سے تعرض نہیں کیا لیکن دارمی کی روایت اس کے عدم جواز پر کافی دلیل ہے۔

فصل پنجم: اجتماعی ذکر کے بدعت ہونے کی تائید

اجتماعی ذکر کرنا خواہ جہری ہو یا سری ہو بدعت ہے اس کی تائید علامہ ابن الحاجؒ کی اس بات سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

فالذی ینبغی للعالم الیوم بل یجب علیه ان لاینظر الی العوائد التی اصطلحنا علیها ولا بکون سلفنا مضوا علیها اذقد یکون فی بعضها غفلة أو غلط أوسهو ولکن ینظر الی القرون المتقدم ذکرها . فان فعل هو منها شیئا ممایراه مصلحة فی وقته فینبغی له اویجب علیه ان یبین ذلك و یعترف بین الناس انه محدث و یبین السبب الذی لاجله فعل ذلك قدکان سیدی ابو محمد المرجانیؒ یا خذ هذه الاحزاب و یقراها جماعة و یذکر ها جماعة بعد الصبح والعصر ولم یزل علی ذلك دابهٗ الی موته و کان رحمه الله یخبر ان ذلك بدعة وانما فعله لضرورة وهی

ان الهمم قد قلت وقل فقير ان يصلی الصبح او العصر ثم يقوم يذكر الله تعالىٰ ويقرأ فی هذين الوقتين المشهودين الا انهم يقومون من مصلاهم اما للنوم ان كان فی الصبح أو للتحدث فيما لا يعنی انكان فی العصر ان سلموا من الغيبة والنميمة فلما ان تحققوا وقوع هذا المحذور ودعوه هذا المكروه لان ارتكاب المكروهات اولى بل اوجب من ارتكاب المحذورات هكذا يجب ان تكون المحافظة على السنن وحفظها فينبه الناس عليها و يعلمهم بالعوائد المتخذة انها ليست منها و يخبر هم بالضرورات التی كانت سببا لفعلها ولا جل الغفلة عن هذا التنبه وقع ما وقع من الادعاء بها بانها سنة السلف والخلف لان الغالب على الناس تحسين ظنهم بمشايخهم و علمائهم و انهم لايخالفون و انهم على سبيل الاتباع و ترك الابتداع ، الاترى انهم قالوا من لم يرخطأ شيخه صوابا لم ينتفع به فيحمل لاجل هذا مايصدر منهم على انه سنة مامور بها (المدخل، ص:93،ج:1)

اس زمانہ میں عالم کے لئے جو مناسب ہے بلکہ اس پر جو واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ ان رسوم کی طرف نظر نہ کرے جو ہم میں رواج پا گئی ہیں یا ہم سے پہلے لوگوں کا ان پر عمل رہا ہے کیونکہ یہ بعض باتیں غفلت یا غلطی یا سہو کی وجہ سے رائج ہو جاتی ہیں بلکہ قرون (اولی) کی طرف نظر رکھے۔ اور اگر ان رسوم میں سے کسی کو مصلحت وقت کی بناء پر اختیار کرے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کر دے اور لوگوں کے سامنے اعتراف کر لے کہ یہ بدعت ہے اور جس سبب سے اس کو اختیار کیا ہے اس کو بھی بیان کر دے۔ سیدی ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ ان احزاب و اوراد کا جماعتی صورت میں فجر اور عصر کے بعد ذکر کرتے تھے اور آپ کا یہ طریقہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ لیکن آپ متعلقین کو بتا دیتے تھے کہ یہ طریقہ بدعت ہے اور انہوں نے اس کو محض ضرورت کی بنا پر اختیار کیا ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ

ہمتیں کم ہو گئی ہیں اور کم ہی فقیر (صوفی) ایسے ہیں جو فجر یا عصر پڑھ کر ان دو مشہود وقتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قراءت میں مشغول ہوتے ہوں۔ عام طور سے فجر کی نماز کے بعد تو سو جاتے ہیں۔ اور عصر کے بعد لایعنی باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی صرف اسی صورت میں ہے۔ جب ان کی باتیں چغل خوری اور غیبت سے خالی ہوں۔ جب ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کو لوگوں کے اس حرام میں مبتلا ہونے کا تحقق ہوا تو انہوں نے حرام سے چھڑانے کے لئے ان کو مکروہ طریقے میں لگایا کیونکہ مکروہات کا ارتکاب حرام کے ارتکاب سے بچنے کے لئے اولیٰ بلکہ واجب ہے۔ اس طرح سے سنتوں کی محافظت اور حفاظت ضروری ہے لہٰذا لوگوں کو ان باتوں پر تنبیہ کر دے اور ان کو بتائے کہ اختیار کردہ رسوم سنت نہیں ہیں اور ان کو بتائے کہ کس وجہ سے ان کو اختیار کیا ہے۔ اسی تنبیہ و تنبہ سے غفلت کی بناء پر یہ دعوے وجود میں آئے کہ یہ رسوم سلف و خلف کی سنت ہیں کیونکہ لوگوں پر اپنے مشائخ و علماء کے بارے میں حسن ظن غالب ہوتا ہے کہ وہ سنت کی مخالفت نہیں کرتے اور وہ اتباع سنت اور ترک بدعت کے طریقے پر ہی قائم رہتے ہیں کیا دیکھتے نہیں ہو کہ یہاں تک کہا ہے کہ جو اپنے شیخ کی خطا کو بھی درستگی پر نہ سمجھے اسے نفع حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے لوگ اپنے مشائخ کی ہر بات کو مامور بہ اور سنت سمجھتے ہیں۔

دیکھئے علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کس طرح ابو محمد عمر جانی رحمہ اللہ کا یہ قول بلا نکیر نقل کرتے ہیں کہ اجتماعی و جماعتی صورت میں ذکر اور اوراد کی قرائت بدعت اور مکروہ ہے۔

اس عبارت پر ہم تین تنبیہیں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

تنبیہ نمبر **1**: سنت و بدعت کے تقابل کے وقت سنت سے مراد وہ عمل ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل ہو اور بدعت سے مراد وہ عمل ہے جس کے لئے

شرع میں کوئی دلیل نہ ہو۔

جاننا چاہئے کہ بدعت کے مقابلہ میں جب سنت کو بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ شے ہوتی ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل ہو۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

......بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو شے قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح اصول فقہ میں اس کو کہتے ہیں جو بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحتاً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً۔ پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شے وجود شرعی میں آ گئی۔ اگرچہ اس کی جنس ابھی خارج میں نہ آئی ہو......اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت حکم کا نہیں ہوتا۔ پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے۔" (براہین قاطعہ، ص:32)

نیز فرماتے ہیں:

"اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے۔" (براہین قاطعہ، ص:32)

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اجتماعی ذکر خواہ سری ہو یا جہری ہو اصل اعتبار سے بدعت و مکروہ ہے اور اس کے جواز کے لئے شریعت میں کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے عدم جواز پر نص موجود ہے تو اس سے بعض حضرات کا یہ توہم دور ہو جانا چاہئے کہ ہم یہ مجالس فرض و واجب یا سنت سمجھ کر نہیں کرتے کیونکہ پھر وہ اس کو مستحب یا مباح تو ضرور خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ مستحب و مباح تو وہ ہوتا ہے جس کے جواز پر شرعی دلیل موجود ہو اور یہ بھی کچھ محتاط قسم کے لوگوں کا معاملہ ہو سکتا ہے ورنہ تو جیسا کہ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے

تصریح کی ہے عام لوگ اس کو سنت ہی اعتقاد کرتے ہیں بایں معنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ تو اس میں کتنا بڑا مفسدہ ہے کہ ایک امر مکروہ اور بدعت کو سنت اعتقاد کیا جارہا ہے۔ حالانکہ کسی مباح یا سنت زائدہ کو سنت مقصودہ اعتقاد کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مباح اور سنت زائدہ کو علی الوجوب ترک کردیا جائے تو مکروہ و بدعت میں ایسا اعتقاد تو بطریق اولی ترک کا موجب ہوگا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مباح و مستحب کاموں کے بارے میں یہ ضابطہ لکھتے ہیں:

"اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کردی جاتی ہے۔ مگر مباح میں جب صلاح دشوار ہو نفس فعل کو ترک کردینا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز ہے اگر سنت زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہوجاتا ہے۔ یہ سب قواعد کتب شرعیہ اصولیہ و فرعیہ میں موجود مذکور ہیں............ البتہ یہ شبہہ شاید ہوسکے کہ جس کو غلو ہو اس کو روکنا چاہئے اور محتاط خوش عقیدے کو کیوں روکا جائے تو اس کا جواب اوپر کی تقریر سے معلوم ہوچکا ہے کہ جس طرح ضرر لازم سے بچنا واجب ہے اس طرح ضرر متعدی سے بھی۔ جس حالت میں کسی شخص نے گو احتیاط کے ساتھ یہ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے۔ اب اس قاعدے و حکم کی تائید کے لئے ایک آدھ نظیر پیش کرتا ہوں۔

کسی نعمت جدیدہ کی خبر سن کر سجدہ شکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں، چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے اس کی وجہ بقول علامہ شامی صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سنت مقصود نہ سمجھ جاویں۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ عوام کی غلط اعتقادی کے احتمال پر خواص کے لئے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا، حالانکہ جواز اس کا نص سے ثابت ہے

اور مسنون ہونا بھی اس کا مسلم ہے مگر سنت زائدہ ہے۔ سنت مقصودہ نہیں۔ عقیدے میں اتنے فرق سے حکم کراہت کا کردیا جاتا ہے۔

دوسری نظیر یہ ہے کہ اذان واقامت مغرب کے درمیان دو رکعت نفل پڑھنا حدیث سے ثابت اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں۔اس کی وجہ بھی یہی احتمال اعتقاد سنت مقصودہ ہے۔ اس احتمال کا موجب کراہت ہونا خود حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ اسی حدیث تُنَفَّلُ بين الاذان والا قامة میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار میں ارشاد فرمایا لِمَنْ شَاءَ اس کی وجہ راوی فرماتے ہیں۔ کراهة ان يتخذ ها الناس سنةً (اس کراہت سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت مقصودنہ سمجھنے لگیں)۔

تیسری نظیر یہ ہے کہ صلوٰۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو منع فرماتے ہیں۔ یہاں بھی یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اصل میں دعا ہے اور حضورؐ سے فاتحہ جو ثابت ہے وہ بطریق دعا ہے سو اگر کوئی علی وجہ التلاوت پڑھے مکروہ ہے۔ صرف اتنا تفاوت ہے کہ جو چیز علی وجہ الدعاء پڑھی جاوے اس کو علی وجہ التلاوت کسی نے پڑھ دیا تو کراہت آجاتی ہے۔ پھر صرف اسی شخص کو منع نہیں کیا بلکہ مطلقاً منع کر دیا ہے تاکہ یہ عادت شائع نہ ہو۔

اور بھی بے شمار اس کے نظائر فقہیہ موجود ہیں۔ان سب نظائر سے یہ امر کالشمسِ فی نصف النہار واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ ودین کی حفاظت ضروری ہے عوام کے عقیدہ ودین کی حفاظت بھی ضروری ہے۔اب ممکن ہے کہ بعض کرنے والے احتیاط کر لیں، مگر عوام جو ان کے معتقد و مقلد ہیں ان کو نہ ان خرابیوں پر نظر ہے نہ ان سے بچنے کی احتیاط نہ ان کو یہ خبر ہے کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے صرف انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں پس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے۔

(مواعظ میلاد النبی، ص:243-244)

خیال رہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ ساری تفصیل مباح و مستحب کاموں کے بارے میں ذکر کی ہے، مکروہ و بدعت کے بارے میں نہیں۔ ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ جیسے لوگوں نے تو یہ جرات کی کہ اپنے متعلقین کو بتادیا کہ ہم مکروہ و بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ان کے سامنے ہمارے جیسے دور کی بے احتیاطی و بد عقیدگی بھی نہیں ہوگی۔ آج کل تو عام طور پر بہت سے مقتدا حضرات کو اس کا شعور و ادراک نہیں ہوتا کہ خاص اس عمل کو جسے انہوں نے اختیار کیا ہے اس کی اپنی شرعی حیثیت اصل میں کیا ہے تو وہ اپنے متعلقین کو کیا بتائیں گے اور اس کی جرات کس میں ہوگی کہ کہے کہ ہم گو ضرورت ہی کی خاطر ایک مکروہ و بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ویسے تو اصل سے ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کا مسلک ہی کمزور و ضعیف ہے جیسا کہ اگلی تنبیہ میں ہم بیان کر رہے ہیں۔

تنبیہ نمبر 2: بعض حضرات کا مسلک کہ محرمات سے بچنے کے لئے یا دیگر اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے مکروہات کا ارتکاب جائز ہے۔

اگرچہ بعض حضرات وقتی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر محرمات سے بچنے کے لئے مکروہات کے ارتکاب کو اس کی شرائط کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ رحمہ اللہ کی عبارت سے ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ کا طرز عمل سامنے آیا، لیکن سلسلہ سید احمد شہید رحمہ اللہ اور اکابر دیوبند رحمہ اللہ علیہم کا مسلک اس سے مختلف ہے۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ لکھ کہ:

”......اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے...... بہر حال میرے خیال میں یہ امور خلاف اولیٰ ضرور ہیں مگر مصالح دینیہ سے ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے۔ الخ

ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ جیسے حضرات کے طرز عمل کو اختیار کیا۔اس کے جواب میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے صاف فرمایا:

"فی الحقیقت جوامر خیر کہ بذریعہ نامشر وعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے۔"

اسی بناء پر گنگوہ، تھانہ بھون اور رائے پور جو کہ اکابر دیوبند کی خانقاہیں تھیں، ان میں جماعتی واجتماعی ذکر یا وقتی مصلحت وضرورت کی بناء پر کسی مکروہ وبدعت کو اختیار نہیں کیا گیا اور ہمارے اکابر کا مسلک ہی اسلم واحوط ہے جس پر تجربہ ومشاہدہ کافی وشافی دلیل ہے۔علاوہ ازیں اسی میں سنت پر پورا عمل اور بدعت سے کلی طور پر اجتناب ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

ان مذکورہ تنبیہات سے بعض حضرات کے اس اشکال یا استدلال کا جواب بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ بعض خانقاہوں میں اجتماعی ذکر اور درود شریف کی مجالس ہوتی تھیں۔ہم ان حضرات کے بارے میں سوء ظن نہیں رکھتے لیکن ہمارے سامنے جو دلائل ہیں اور حضرت سید احمد شہید اور اکابر دیوبند کا جو مسلک وطریقہ ہے اس کی روشنی میں ہم ان کے طرز عمل کو مرجوح یا مودل خیال کرتے ہیں۔

دوسرا اشکال اور اس کا حل

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے خارج مسجد اجتماعی ذکر کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

(1) اخرج الحاکم عن شداد بن اوس قال انا لعند النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ قال ارفعوا ایدیکم فقولوا لا الہ الا اللّٰہ ففعلنا فقال اللّٰھم انّک بعثتنی بھذہ الکلمۃ و امرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنۃ انک لا تخلف المیعاد ثم قال ابشروا فان اللّٰہ قد غفرلکم (الحاوی للفتاوی، ج:1)

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا حکم فرمایا اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا بلا شبہ آپ وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری حاصل کرو کیونکہ اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے۔

ہم کہتے ہیں اس حدیث سے اجتماعی ذکر پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ میں محض ذکر کرانا مقصود نہیں بلکہ ہاتھ اٹھوانا اس پر دلیل ہے کہ شہادت و گواہی کے طور پر کلمہ کہلوایا گیا گویا تجدید ایمان کرائی گئی اور اس گواہی پر آپ نے ان کو بشارت سنائی۔

(2) اخرج الامام احمد فی الزهد عن ثابت قال کان سلمان فی عصابة یذکرون الله فمر النبی صلی الله علیه وسلم فکفوا فقال ما کنتم تقولون قلنا نذکر الله الله قال انی رایت الرحمة تنزل علیکم فاحببت ان اشارککم فیها ثم قال الحمد لله الذی جعل فی امتی من امرت ان اصبر نفسی معهم (ایضاً)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو یہ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم لوگ کیا کر رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رحمت تم پر نازل ہوتے دیکھی تو میں نے چاہا کہ اس میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بنائے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکوں۔

اس روایت میں نہ تو اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ وہ اجتماع تداعی کے ساتھ

ہوا تھا اور نہ ہی اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ شرکائے مجلس نے ایک ہی کلمہ کا ذکر کرنے کا التزام کیا تھا اور جس مجلس ذکر میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوں اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی مدعا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

تنبیہ نمبر 3: اجتماعی ذکر کی مجالس کا معمولات مشائخ میں سے ہونا۔

حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی فوٹو سٹیٹ نقل ہمیں ایک واسطے سے ملی۔ یہ فتویٰ بعینہ یوں ہے۔

"احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مشائخ عظام کے یہاں یہ مجالس ذکر بطور علاج کے ہوتی ہیں اور ان کی تربیت کا یہ حصہ ہیں اسی لئے کسی جگہ یہ ہوتی ہیں کسی جگہ نہیں ہوتیں کیونکہ تربیت کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک ہی طریقہ سب کے لئے نہیں ہوتا اس لئے جن مشائخ کے یہاں یہ معمول ہو ان کو اس پر عمل کرنا علاج سمجھ کر مفید ہوگا۔ دوسری جگہ از خود اس طرح نہ کیا جائے۔

یہ معمولات مشائخ میں سے ہیں ان کو سنت نہ سمجھا جائے۔

سنت سمجھ کر اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرنا اور ان کے لئے تداعی قرآن و سنت کی روشنی میں مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتویٰ جاری کردہ 22 صفر 1415ھ)

اس کے بارے میں ہم کچھ وضاحتیں کرنا چاہتے ہیں۔

اول تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مشائخ کے یہاں کی مجالس ذکر کے مسنون ہونے کی نفی کی جس کا مطلب مذکور قاعدے کے مطابق یہ ہے کہ اس کے جواز کی شرع میں کوئی دلیل نہیں ہے ورنہ کم از کم یہ ہے کہ یہ نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل شدہ۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ احادیث میں ذکر کے جن حلقوں اور مجالس کا ذکر ہے وہ معمولات مشائخ کی مجالس سے مختلف تھیں اور ان کے مابین فرق اسی میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں اجتماعی ذکر نہیں تھا اور

جنہوں نے کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان پر فوری اور سخت نکیر کی۔ دوسرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے تداعی کو بھی مکروہ کہا اور یہی ہم بھی ثابت کر آئے ہیں۔

تیسری بات جس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں زیادہ تعرض نہیں کیا وہ مجالس ذکر کا معمولات مشائخ میں سے ہونا ہے۔ اس بات کو ہم قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ بغور ملاحظہ کریں کہ اشغال مشائخ کی قیود و تخصیصات جو کچھ ہیں وہ اصل سے بدعت ہی نہیں...... تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ مامور من اللہ تعالیٰ ہے اگرچہ یہ کلی مشکک ہے کہ ادنیٰ اس کا فرض اور اعلیٰ اس کا مندوب اور صدہا آیات واحادیث سے مامور ہونا اس کا ثابت ہے۔

پس جس چیز کا مامور بہ ہونا اس درجہ کو ثابت ہے، اس کی تحصیل کے واسطے جو طریقہ مشخص کیا جاوے گا وہ بھی مامور بہ ہوگا اور ہر زمانہ و ہر وقت میں بعض موکد ہو جاوے گا اور بعض غیر موکد۔ لہٰذا ایک زمانہ میں صوم وصلوٰۃ و قرآن واذکار مذکورہ احادیث اس مامور بہ کی تحصیل کے واسطے کافی ووافی تھے۔ اس زمانہ میں یہ اشغال بایں قیود اگرچہ جائز تھے مگر ان کی حاجت نہ تھی۔ بعد چند طبقات کے جو رنگ نسبت کا دوسری طرح پر بدلا اور طبائع اس اہل طبقہ کے سبب بعد زمانہ خیریت نشان کے دوسرے ڈھنگ پر آگئیں تو یہ اوراد اس زمانہ کے اگرچہ تحصیل مقصود کر سکتے تھے مگر بدقت ودشواری۔ لہٰذا طبیبان باطن نے کچھ اس میں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی کی۔ گویا کہ حصول مقصود ان قیود پر موقوف ہو گیا تھا............

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے بڑی صراحت سے یہ بات فرمائی ہے کہ مشائخ کی قیودات اور ان کے اشغال و معمولات اصل سے بدعت نہیں اور جائز ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ

سکتے ہیں کہ مشائخ اپنے لئے صرف ان چیزوں کو معمولات بنا سکتے ہیں جو اصل سے بدعت نہ ہوں اور جو جائز ہوں۔

ایک طرف تو یہ مذکورہ بالا قاعدہ ہمیں حاصل ہوا اور دوسری طرف ہم یہ جان چکے ہیں کہ اجتماعی ذکر اصل ہی سے بدعت اور ناجائز ہے۔ لہٰذا قاعدے کی رو سے اجتماعی ذکر کو معمول بنانا اور اس کو علاج کے لئے عمل میں لانا جائز نہیں۔

البتہ اگر شیخ ضرورت کی وجہ سے یوں کریں کہ جن کو ضرورت ہو ان کو خانقاہ میں بلالیں یا خانقاہ نہ ہو تو کسی اور جگہ میں مثلاً مسجد میں ان کو ٹھہرنے کو کہیں اور ہر ایک کو ضرورت کا ذکر اور اس کا طریقہ بتادیں کہ ہر شخص اجتماعی اور جماعتی صورت اختیار کئے بغیر اپنا اپنا ذکر کرے۔ اس طرح سے مجلس ذکر بھی حاصل ہو جائے گی اور علاج بھی میسر ہو جائے گا اور یہ مجلس ذکر بدعت بھی نہ ہو گی بلکہ یہ تو بعینہ ویسی ہی مجلس ذکر ہو گی جیسا کہ دور صحابہ میں پائی جاتی تھی۔

اور اگر ہم ان لوگوں کی بات کو بھی لے لیں جو ضرورت کے لئے مکروہ کے ارتکاب کو جائز قرار دیتے ہیں تو جاننا چاہئے کہ جو ضرورت کی وجہ سے ہو وہ بقدر ضرورت ہوتا ہے لہٰذا اول تو مشائخ کو یہ دیکھنا ہو گا کہ متعلقین میں سے کس کو اجتماعی ذکر کی ضرورت ہے اور کسی کو نہیں۔ پھر جن کو ہے ان کے لئے کتنے اجتماع کی ضرورت ہے۔ ایک شخص کے ساتھ ایک اور کا اجتماع کافی ہے یا دو کا یا زیادہ کا۔ لہٰذا فقط جس کو ضرورت اور جتنے اجتماع کی ضرورت ہو اس کے لئے اجتماع مہیا کیا جائے۔ اس سے زیادہ کا اہتمام یا عمومی اجتماعی ذکر کرنا اور کرانا تو ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں ہو گا۔

گذشتہ فصلوں کا حاصل

مندرجہ ذیل نکات ہیں:

(1) مجلس ذکر کے لئے تداعی جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

(2) اجتماعی ذکر یعنی جب ذاکرین یہ التزام کریں کہ سب بیک وقت ایک ہی ذکر کریں پھر ذکر خواہ سری ہو یا جہری ہو، بدعت و مکروہ ہے۔ چاہے مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں اور اگرچہ اجتماع بغیر تداعی کے ہوا ہو۔

(3) تعلیم کی غرض سے اجتماعی ذکر کرانے کو بقدر ضرورت اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو معمولات مشائخ میں داخل کرنا صحیح نہیں کیونکہ مشائخ کے معمولات میں فقط وہ چیزیں داخل ہو سکتی ہیں جو اصل سے جائز ہوں اور بدعت نہ ہوں۔

(4) وہ مجالس ذکر جو تداعی سے بھی خالی ہوں اور جن میں کسی ایک خاص ذکر کرنے کا التزام بھی نہ کیا گیا ہو پھر خواہ شرکاء مجلس کا ذکر علیحدہ علیحدہ ہو یا اتفاقیہ ایک ہی ہو، ایسی مجالس ذکر جائز ہیں اور احادیث میں جن مجالس ذکر کا تذکرہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ان کی یہی صورت تھی۔ اجتماع کے تمام فوائد بغیر کسی مفسدہ و خرابی کے اندیشہ کے اسی قسم کی مجالس میں حاصل ہو سکتے ہیں۔

(5) رقیہ و علاج اور دفع مصائب کے لئے اجتماعی ذکر اور قرآن خوانی اور ختم خواجگان و ختم بخاری شریف جائز ہیں کیونکہ یہ عبادت اور ثواب کے طور پر نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی حیثیت عملیات اور علاج کی ہے۔ البتہ عوام میں ایک عام معمول کے طور پر ان کو رواج دینے کی تحریک کرنا صحیح نہیں۔

فصل ششم: بعض مروجہ مجالس ذکر اور ان کے احکام

1- دعا کی خاطر قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو جمع کرنا۔

ایک شخص نے حضرت حسنؒ سے پوچھا کہ اے ابو سعید تم ہماری اس مجلس کو کیسا سمجھتے ہو کہ ہم اہل سنت والجماعت کے چند آدمی جو کسی پر طعن نہیں کرتے ایک گھر میں جمع ہو جاتے ہیں۔ آج ایک شخص کے گھر میں کل دوسرے کے گھر میں اور جمع ہو کر قرآن خوانی کرتے ہیں اور اپنے لئے اور عام مسلمین کے لئے دعا کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسنؒ نے اس کو نہایت شدت سے منع کیا۔ ایسے ہی ابن عباس اور طلحہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ (امداد المفتیین، ص:209)

2- مجلس درود شریف

یہ بھی جب تداعی کیساتھ ہو اور اجتماعی صورت پر مشتمل ہو تو بدعت و مکروہ ہے۔

ایک صاحب عبدالرشید پانی پتی نام کے انہوں نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک استفتاء بھیجا جس میں یہ تحریر ہے۔

"عرض ہے کہ حضرت اقدس.......... صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے حکم فرمایا کہ اس وقت فتنوں کا دور ہے اکابرین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جب کوئی مصیبت اور فتنہ سر اٹھاتے ہیں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا اور درود شریف کی کثرت کراتے ہیں۔ چنانچہ دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ حصن حصین کی وجہ تالیف مشہور ہے تو حضرت نے فرمایا کہ درود شریف کی کثرت کرو، مساجد میں گھروں میں درود شریف کی مجالس کرو تا کہ اللہ پاک کی ناراضگی دور ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے سکھر میں اپنی مسجد میں درود شریف کی مجلس شروع کی۔ جمعہ کا دن مقرر کیا تا کہ سب ساتھی آسانی سے شریک ہو سکیں اور طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کھجور کی گٹھلیوں پر درود شریف پڑھتے ہیں اس کے بعد دعا کر لیتے ہیں اس کا ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ بریلوی طبقہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہونے لگا اور ان کے بھی عقائد صحیح ہو گئے۔ اس کے بعد ہم نے ایک اور مسجد میں بروز پیر بعد نماز عشاء درود شریف کی مجلس شروع کی...... ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں کبھی بھی ایسی چیز کا حکم نہیں دے سکتے جو بدعت ہو۔ ان مجالس کی وجہ سے ہمارے ساتھی ہزاروں مرتبہ درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ یہاں بنیاد تو کچھ اور ہے اور اس پر عمارت کچھ اور تعمیر کی ہے۔ بنیاد تو ہے حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا اور دورد شریف کی کثرت کرانا اور اس پر عمارت

جو تعبیر کی ہے وہ یہ ہے کہ گھروں میں اور مساجد میں درود شریف کی مجالس کرو حالانکہ نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا اور درود شریف کی کثرت کوئی مجالس پر موقوف نہیں ہے۔لوگ اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے اور متفرق اوقات میں بھی یہ کر سکتے ہیں۔اس طرح سے تو جناب.......... صاحب نے مجالس درود شریف کا ایک سلسلہ شروع کرادیا جو صحیح عقیدہ والوں کو بھی اہل بدعت کے قریب تر کر رہا ہے۔ اس سے خبر دار اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

3- بعض حضرات نے درود شریف کے لئے ایک صورت یہ اختیار کی ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں جب عصر کے فرضوں سے امام سلام پھیرتا ہے تو امام سمیت تمام یا اکثر (یا بعض) مقتدی فرضوں کے بعد کے اوراد و تسبیحات کے ساتھ (دعا سے پہلے ہی) اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے ہیں۔

"اللّٰھم صل علیٰ محمّدِ النّبی الامی و علیٰ آلِہٖ وسلّم تسلیما" اس سے فراغت کے بعد دعا ہوتی ہے۔

یہ طریقہ بھی واجب الترک ہے۔کیونکہ اس میں زیادت فی الدین ہے۔فرائض کے بعد جو اوراد و وظائف شریعت نے بتائے ہیں ان میں درود شریف کا یہ وظیفہ شامل نہیں ہے۔مسائل اور وظائف کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ایک ایسے وظیفہ کو جو عصر کی نماز سے بالکلیہ یعنی دعا سے بھی فارغ ہو کر انفرادی اور غیر اجتماعی صورت میں کرنے کا ہے اس کو نماز کے ملحقات میں سے کر دیا اور اسے اجتماعی صورت بھی دے دی۔یہ بھی قبیح بدعت ہے۔

4- مکان ودکان کے افتتاح کے لئے اجتماعی قرآن خوانی

مفاسد مذکورہ یعنی تداعی،اجتماعی صورت میں ذکر، سبب داعی قدیم ہونے کے باوجود خیر القرون میں موجود نہ ہونے کے سبب سے یہ طریقہ صحیح نہیں،البتہ برکت کے لئے اجتماع کے اہتمام کے بغیر قرآن خوانی مفید ہے۔

5- ایک سوال کہ طریق شاذلیہ میں ذکر جلی بافراط لوگوں کو لے کر کھڑے ہو کر کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں ؟ کے جواب میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ص:154/5)

اس سے کسی کو شبہہ ہو کہ اجتماعی صورت میں ذکر کا جواز ملتا ہے۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اوائل دور کا فتویٰ ہے۔ یعنی 1304ھ کا جو کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے مکاتبت سے بھی پہلے کا دور ہے۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قصہ سے معلوم ہو چکا کہ اجتماعی ذکر جہری بھی بدعت و مکروہ ہے لہذا ادلہ مطلق کہاں رہے بلکہ مقید ہوئے اور۔

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی بھی اپنی کتاب راہ سنت میں فرماتے ہیں۔

"سوال یہ ہے کہ کیا اجتماعی صورت میں اور وہ بھی مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور اسی ہیت کے ساتھ جہر سے درود شریف پڑھنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا وہ اس کو منع کرتے اور اس کو بدعت کہتے ہیں؟ آپ نے صحیح روایات سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ ان دونوں کو بدعت اور ان پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور ان کا وجود تک مسجد میں گوارا نہیں کرتے اور فوراً ان کو مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں۔" (راہ سنت، ص:129)

مولانا مدظلہ العالی کی یہ عبارت اس بات میں واضح ہے کہ اجتماعی ذکر جہری بدعت و مکروہ ہے۔

6- بعض مقامات پر جمعہ کے دن اذان جمعہ کے بعد مسجد میں جمع ہو کر اس طرح سورہ کہف پڑھتے ہیں کہ ایک آدمی زور سے ایک رکوع پڑھتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اس طرح یکے بعد دیگرے زور سے پڑھتے ہیں جس سے نمازیوں اور وظیفہ

خواں حضرات کا حرج ہوتا ہے۔اس بارے میں جواب یہ ہے کہ جمع ہو کر بلند آواز سے پڑھنے کی رسم غلط ہے۔ متفرق طور پر اس طرح پڑھیں کہ کسی کی نماز اور وظیفہ میں خلل نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علامہ ابن الحاجؒ کتاب المدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

واما اجتماعهم لذلك فبدعة كما تقدم والله تعالىٰ اعلم یعنی جمعہ کے دن سورہ کہف مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر پڑھنے سے منع کیا جائے کہ یہ بدعت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ، ص:**247**،ج:**1**) ص:**81**،ج:**2**

7- بعض حضرات نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ اپنے متعلقین کو جمع کرتے ہیں اور دیگر معمولات کے ساتھ یہ معمول بھی اختیار کیا ہے کہ ایک صاحب درود شریف کے مختلف صیغے کچھ آواز سے پڑھتے ہیں اور باقی حضرات خاموشی سے بیٹھ کر سنتے ہیں۔

یہ طریقہ بھی صحیح نہیں۔ قرآن پاک کا سماع تو منقول اور ثابت ہے، دیگر اذکار اور درود شریف کے سماع کو معمول بنانا منقول نہیں۔ خاموش بیٹھ کر سننے کے بجائے دوسرے حضرات متفرق طور پر اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہیں تو درست اور سنت طریقہ پر رہیں۔

دفع مصائب کے لئے وظیفہ پڑھنے کے لئے اجتماع

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

دفع مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے خواہ آیت کریمہ کا ختم ہو یا کلمہ طیبہ یا آیۃ الکرسی کا.......... جب اس کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔اسی طرح ختم بخاری شریف بھی (دفع مصائب) کے لئے طریقہ علاج ہے نہ کہ تعبد و عبادت۔

قرأ كثيرمن المشائخ والعلماء والثقات صحيح البخارى لحصول

المرادات و كفاية المهمات وقضاء الحاجات و دفع البليات و كشف الكربات وصحة الامراض و شفاء المريض عند المضائق والشدائد فحصل مراد هم وفازوا لمقاصد هم و وجدوه كالترياق مجربا وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والا ستفاضة

بہت سے مشائخ اور علماء اور ثقہ لوگوں نے صحیح بخاری کی قراءت کو مرادوں کے حصول اور اہم کاموں میں کفایت اور حاجتوں کے پورا ہونے اور مصائب کے دور ہونے اور پریشانیوں کے دور ہونے اور امراض کی صحت اور بیماروں کی شفا کے لئے تنگی اور مصیبت میں کی ہے تو ان کو مراد حاصل ہوئی اور ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی اور انہوں نے اس عمل کو تریاق کی طرح مجرب پایا۔ اور یہ بات علمائے حدیث کے نزدیک شہرت واستفاضہ کے مرتبہ کو پہنچی ہوئی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ، ص:144، ج:12)

اسی طرح دفع مصائب کے لئے اجتماعی طور پر قرآن پاک پڑھنے یا اکتالیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنے یا سوا لاکھ مرتبہ آیت کریمہ پڑھنے کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

”اس طرز عمل سے چونکہ مقصود رقیہ وعلاج ہے نہ کہ ثواب وعبادت، لہٰذا اس میں عدم ثبوت مضر نہیں“ (احسن الفتاویٰ، ص : 36 ، ج:1)

ایصال ثواب کے لئے اجتماعی ذکر یا قرآن خوانی

ایسے اجتماع کی دو بڑی قسمیں ہیں۔

(الف) وہ اجتماع جو دفن کے بعد اہل میت کے پاس ہو خواہ کہیں ہو اور جب بھی ہو۔ یہ بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة

(ابن ماجه، ص: 117 و مسند احمد)

ہم (یعنی حضرات صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں ہے کہ کس واسطے جمع ہونا تھا خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو اور مطلق کو مقید کرنا بالرای حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے۔

اس حدیث کو تمام فقہاء نے قبول فرمایا۔ دیکھو کہ حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہے اجتماع الی اہل میت اور **صنعة الطعام** جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شنیع جانتے تھے اور ہر ہر امر کو بدعت و معصیت فرماتے تھے نہ کہ **مجموع من حيث المجموع** کو مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے۔ (براہین قاطعہ، ص: 104)

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں۔

"عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است"

بعینہ یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمائی۔

"عادت نبود کہ برائے میت مجمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں و این مجموع بدعت است" (بحوالہ راہ سنت، ص: 266)

مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"پس اس کو ہی (یعنی جو حدیث جریر کے ذیل میں مذکور ہوا) سفر السعادۃ کہتا ہے کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہ تھی ...... جبکہ وہ قرون خیر و ثواب کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیّا و میّتا مشغوف اس کام کو برا جان کر ترک کریں تو کسی دوسرے

کو کرنا اگر بدعت نہ ہو گا تو کیا ہووے گا" (براہین قاطعہ، ص:106)

رہا اس بات کا بیان کہ اہل میت کے پاس قرآن خوانی کے لئے جب بھی اجتماع ہو اس کی کراہت مطلق ہے تو مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"شرح منہاج (کی اس عبارت الاجتماع علی المقبرة فی الیوم الثالث و تقسیم الورد و العود و اطعام الطعام فی الایام الخصوص کا لثالث و الخامس و التاسع والعشرین والا ربعین والشهر السادس والسنة بدعة ممنوعة) میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ قبر پر تیسرے دن جمع ہونا اور عود اور ورد کی تقسیم مطلقاً قبر پر ہونا یا غیر قبر پر کسی روز ہو اور کھانا کھلانا ایام مخصوصہ میں اور ہر سہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہل میت کو منع فرمایا ہے اور اس میں کوئی تعین یوم کی نہیں اور نہ تعین قبر کی۔ پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر پر ہر روز سوم جمع ہونا بھی فرد اس اجتماع کا ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر ہر شخص اپنے ملک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحۃً تو شارح منہاج کی بلاد میں اجتماع علی القبر یوم ثالث ہوتا تھا۔ اس نے اس کی تصریح کی، حالانکہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیونکہ حدیث جریر میں عموماً سب کو منع لکھا ہے...... بہر حال اجتماع خواہ روز سوئم ہو یا پس و پیش قبر پر ہو (یا غیر قبر پر) حدیث جریر سے ممنوع ہے۔" (براہین قاطعہ، ص:129)

ایک اعتراض

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفنائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھا، ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک وہی پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی یہی پڑھتے رہے۔ پھر حضرت سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو قبر نے دبا لیا تھا۔ اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے ان پر قبر ہر طرف سے فراخ ہو گئی۔

مذکورہ بالا قسم کے اجتماع کے لئے بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن نہ سہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے واسطے مل کر ذکر اللہ ہی کر لیا۔ لٰہذا جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہاء کافی ہے۔

جواب

مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(1)...... جس اجتماع کو مکروہ و بدعت کہا گیا ہے وہ وہ اجتماع ہے جو دفن کے بعد دوبارہ ختم قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے پاس ہو خواہ کہیں بھی ہو۔ جبکہ اس قصہ میں جو اجتماع مذکور ہے۔ وہ دفن میت کے لئے تھا جو کہ فرض کفایہ ہے۔

(2)...... اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر جہری کیا۔ یہ نہ تو ایصال ثواب کے لئے تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کی دعا فرمائی۔

مولانا رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

”سفر السعادۃ قصداً ختم میت کے واسطے جمع ہونے کو کہتا ہے اور وہ اجتماع لدفن میت تھا۔ اس میں ضرورت اس ذکر کی ہو گئی تو اس کو فرمایا: غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادۃ کی ہے اس میں اور اجتماع میں جو دفن میت کے واسطے تھا کہ فرض کفایہ ہے اور اس میں ذکر کر دیا۔ فرق زمین آسمان کا ہے۔ اس کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادۃ کے ہے اور نہ حجت جواز اجتماع کی ہو سکے۔ کیونکہ سفر السعادۃ اس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہل میت کے پاس جمع ہوں کہیں ہوں گور پر یا غیر گور پر اور اس کو ہی حدیث جریر میں نیاحت میں داخل کیا ہے...... معہذا یہ جاننا ضرور ہے کہ فخر عالم نے ذکر بجہر یہاں کیا ہے نہ ایصال ثواب اس کا اور جہرے سے دو کلمے فرماتے تھے، ورنہ خفی تو آپ کا ہر حال لازم تھا اس کا بھی خیال رہے۔“ (براہین قاطعہ، ص: 107)

تنبیہ: اس حدیث سے اجتماعی ذکر پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ ایک تو اس میں

ذکر کے لئے تداعی نہ تھی بلکہ لوگ میت کے دفن کے لئے جمع تھے جو کہ شرعاً جائز اجتماع تھا۔ دوسرے ایک ہی ذکر کرنے کا التزام نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کرنے لگے تو ہر صحابی بھی اپنے اپنے طور پر تسبیح و تکبیر کرنے لگے پہلے سے اس طرح کرنا طے نہ تھا۔

(ب) ایسا اجتماع جو اہل میت کے پاس نہ ہو۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

(i)...... بعض علماء نے جن میں صاحب سفر السعادۃ بھی ہیں اس اجتماع کو بھی مطلقاً ناجائز و مکروہ کہا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کا تعامل نہ تھا۔ علاوہ ازیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ موتہ کی خبر ملی اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ اور جعفر طیار رضی اللہ عنہم کی شہادت معلوم ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں غمگین بیٹھے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ اسی طرح شہداء بیر معونہ کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو یہی حال ہوا لیکن کوئی اجتماعی قرآن خوانی یا ایصال ثواب کے لئے مجلس ذکر نہیں کی گئی۔

(ii)...... صاحب فتح القدیر نے قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ تعالیٰ جائز کہا اور بعض دیگر علماء نے جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ کسی وقت غیر معین میں جائز کہا اور یہ جواز اس کے ساتھ مشروط ہے کہ اجتماع مباح ہو۔ بدعت نہ ہو یعنی اس کے لئے تداعی نہ کی گئی ہو۔

فتح القدیر میں ہے۔

واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عندالقبر والمختار عدم الکراھة

یہی بات مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ نے **مائة مسائل** کے جواب میں لکھی۔

حافظاں را برائے قراءۃ قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است

علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب **الحج عن الغیر** میں لکھتے ہیں۔

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان و یقرء ون القرآن و

یھدون ثوابہ لموتا ھم و علی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ وانشافعیۃ و غیرھم ولا ینکر ذلک.منکر فکان اجماعا

بلاشبہ مسلمان ہر دور اور ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو ہدیہ کرتے رہے ہیں۔اس پر ہر فقہی مذہب کے اہل صلاح و دیانت لوگوں کا خواہ وہ مالکی ہوں یا شافعی وغیرہ ہوں عمل رہا ہے اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا لہٰذا یہ اجماع ہوا۔

خزانۃ الروایات میں ہے۔

درسپارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چناں خوانند کہ یک دیگر نہ شنوانند

سپارہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے اگر پڑھیں تو اس طرح پڑھیں کہ ایک دوسرے کو نہ سنائیں

اس قول اور اس کی موید مذکورہ بالا عبارات کی وضاحت میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اور خزانۃ الروایات کا فیصلہ اس قراءت جماعت میں ہے کہ وہ اجتماع بدعت نہ ہو جیسا جمعہ کو جامع مسجد میں لوگ پڑھتے ہیں اس کو فیصلہ کرتا ہے اور ایسا ہی مولانا اسحاقؒ رحمہ اللہ نے اجتماع جائز میں یہ فرمایا سو ہم کو بھی کچھ عذر نہیں کہ اگر مجمع مباح ہے اس میں آہستہ پڑھنا چاہئے...... لاریب جمع ہو کر قرآن آہستہ پڑھنا درست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہئے...... علی ہذا روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجتماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا نہ مبحوث عنہ متفق الکراہت...... (براہین قاطعہ ص:111،112)

اس دوسرے قول کی تفصیل ہم نے محض نفس مسئلہ بتانے کے لئے ذکر کی ورنہ تو قاعدہ مشہورہ و معروفہ کہ مفاسد سے بچنے کے لئے مباح بلکہ سنت زائدہ کو بھی ترک کرنا واجب ہوتا ہے۔ موجودہ حالات اسی کے مقتضی ہیں کہ اس صورت کو بھی ترک کرنا ضروری سمجھا جائے۔اس پر تفصیلی کلام پہلے گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

(1)......ایصال ثواب کے لئے وہ اجتماع جو اہل میت کے پاس ہو خواہ جب بھی ہو اور کہیں بھی ہو، بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے۔

(2)......ایصال ثواب کے لئے وہ اجتماع جو اہل میت کے پاس نہ ہو، لیکن اس کے لئے تداعی کی گئی ہو یہ بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔

(3)......ایصال ثواب کے لئے وہ اجتماع جو نہ تو اہل میت کے پاس ہو اور نہ ہی اس کے لئے تداعی کی گئی ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے۔

(الف) صاحب سفر السعادۃ نے اس کو ناجائز کہا ہے۔

(ب) دیگر بعض حضرات نے اُس کو جائز کیا ہے۔

چونکہ پہلی دو قسموں کے متفق علیہ ناجائز اور مکروہ اجتماع کا عوام میں شیوع ہے اور وہ لاعلمی کی وجہ سے بلکہ بہت سے عام علماء بھی لیاقت نہیں رکھتے کہ جائز و ناجائز اجتماعات کے درمیان فرق کر سکیں اور وہ جائز سے ناجائز کے جواز پر قیاس فاسد میں مبتلا ہوتے ہیں یا ان کے مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہٰذا مفاسد سے بچنے کے لئے اس قسم سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔

فہم دین کورس

آپ کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو دین کے علم و فہم سے آپ بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ہم نے متفرق جگہوں میں بکھرے ہوئے مواد کو ایک جگہ ترتیب دے کر یہ کورس اور نصاب تیار کیا ہے۔ اس میں سنجیدہ اور علمی انداز میں اسلام کے عقائد اور اصول بھی ذکر ہیں اور جدید سے جدید مسائل کا بھی تذکرہ ہے۔

یہ کورس تین کتابوں پر مشتمل ہے۔

1- اسلامی عقائد	ترتیب ڈاکٹر مفتی عبد الواحد
2- اصول دین	//
3- مسائل بہشتی زیور (مکمل دو حصوں میں)	//

کسی اچھے عالم دین سے ایک گھنٹہ روزانہ پڑھیں تو چھ ماہ میں یہ کورس مکمل ہو سکتا ہے۔ علماء از خود بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے اپنے حلقہ میں اس کو سبقاً سبقاً پڑھانے کا اہتمام فرمائیں۔ یہ ان کے لئے دینی و علمی تبلیغ کا اہم اور مفید ذریعہ ہو گا۔